برطانیہ: 168 سالہ اخبار کی بندش اور جمہوریت

تحریر: سہیل احمد لون

موسم گرما کی آمد کے ساتھ ہی سیاسی ماحول بھی گرم ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے گیارہ مئی سے انتخابات میں دھاندلی کی چھان بین کروانے کے لیے باقاعدہ تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے اور اس سلسلہ میں وہ 6 مئی کو علیم خان صدر لاہور کے دولت خانے پر لاہور کے ورکروں اور لیڈروں سے ایک ملاقات بھی کریں گے جس کا مقصد یقیناً 11 مئی کیلئے ورکروں کو متحرک کرنا ہے۔ اب اُس کی منتخب تنظیم اس سلسلے میں اپنی قابلیت کے کیا جوہر دکھاتی ہے وہ تو 11 مئی کو کھل کر سامنے آجائے گا لیکن عمران خان کے قریبی ساتھی اور مرکزی ایڈیشنل سیکرٹری سیف اللہ نیازی کو نورانی رپورٹ میں کرپشن کے چارجز میں مجرم قرار دے دیا گیا ہے کیونکہ وہ 19 ملین روپے جو اُس کے اکاونٹ میں ہیں اُن کے بارے میں کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا۔ یہ وہی سیف اللہ نیازی ہیں جن کے بارے میں 30 اکتوبر کے جلسے کے بعد اسلام بعد میں ہونے والے یوتھ ڈنر میں عمران خان نے کہا تھا اگر کسی نے میرے لیے کچھ کیا ہے تو وہ ''سیف اللہ نیازی'' ہے اور اُس وقت تنظیم کے بانی اراکین سے لے کر جدوجہد کے عظیم ساتھی ایک دوسرے کا منہ دیکھنا شروع ہو گئے تھے۔ عمران خان کی اُس تقریر کو عمران کے قریبی ساتھیوں نے اُس وقت جنرل ضیاء الحق کی 5 جولائی 1977ء کی تقریر سے تعبیر کیا تھا۔ اب یہی سیف اللہ نیازی چور ثابت ہو چکے ہیں اور نورانی رپورٹ کا وہ حصہ میرے سامنے پڑا ہے جس میں اُس کی واردات بارے لکھا ہے۔

دوسری طرف علامہ طاہر القادری بھی راولپنڈی میں اپنے عظیم الشان جلسے سے خطاب کیلئے کینیڈا سے تشریف لا رہے ہیں' اب دیکھیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ عمران خان اور طاہر القادری یہ سب کچھ کسی اشارے پر کر رہے ہیں لیکن فی الحال دونوں اس دھاندلی کے ایک سال مکمل ہونے پر ابھی تک مطالبات تسلیم نہ ہونے کے شاخسانہ بتا رہے ہیں۔ حقیقت کیا ہے یہ کچھ دن میں کھل کر سامنے آجائے گی کیونکہ میاں نواز شریف بھی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر لندن تشریف لا چکے ہیں جس سے شاید وہ یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ سب کچھ خیر و عافیت سے چل رہا ہے۔ عمران خان نے تو گزشتہ برس انتخابی مہم میں یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ اب بھی اتنے فٹ ہیں کہ وہ ایک دن میں کئی جلسوں سے خطاب کھلے آسمان تلے کر سکتے ہیں۔ شیخ السلام علامہ طاہر القادری کے لیے بہر حال ایئر کنڈیشنڈ بلٹ پروف کنٹینر کا بندوبست کرنا ہوگا۔ کاش! یہ بلٹ پروف، بم پروف، موسم پروف اور شرم پروف کلچر بھی نظام سے نکالنے کا ایجنڈا میں شامل ہو۔ جب تک سیاسی اکابرین عوام میں رہ کر عوامی مشکلات عوام کے ساتھ برداشت نہیں کریں گے وہ کبھی عوامی نمائندے ہونے کا دعوی نہیں کر سکتے۔ مئی، جون کی میں جب سورج نے آگ برسنا شروع کرنی ہے تو عوام نے سڑکوں پر لوڈشیڈنگ کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے ٹائر جلا جلا کر اپنی قسمت کی طرح منہ بھی سیاہ کرتے ہیں۔ جس کے لیے خواجہ آصف نے پہلے ہی تیار ہونے کے لیے کہہ دیا ہے۔ کاش! یہ لوڈشیڈنگ بھی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم کی جائے۔ عمران خان کے ساتھ احتجاج میں لوڈشیڈنگ کے ستائے ہوئے

لوگوں کا ہجوم ضرور ہوگا۔مگر اس بار بھی اگر عوام کو ویسے ہی استعمال کر کے بھلا دیا گیا جیسے چیف جسٹس کی بحالی کے بعد عوام کے ساتھ کیا گیا تھا تو ہوسکتا ہے آئندہ عوام کسی بھی لیڈر کی آوز پر لبیک کہتے ہوئے ان کے پیچھے سڑکوں پر نہ آئے۔اس لیے عوام کے ساتھ عمران خان اور علامہ طاہر القادری کو سوچ سمجھ کر اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دینی چاہیے۔علامہ صاحب نے ایک بار تو اپنے پیروکاروں کو یخ بستہ ہواؤں میں بنا کچھ منوائے یا حاصل کیے کھلے آسمان تلے بٹھائے رکھا،اب یہی حال گرمی میں بھی نہ ہو۔

عمران خان نے انتخابات کی دھاندلی میں سابقہ چیف جسٹس اور نجی چینل ملوث ہونے کا الزام بھی لگا دیا ہے۔اس کے ساتھ انہوں نے اس نجی چینل اور اخبار کا مکمل بائیکاٹ کرنے کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ایسا ہی بائیکاٹ میڈیا کے اسی گروپ کے خلاف حساس اداروں نے بھی کرر کھا ہے۔حیران کن طور پر نجی چینل اور میڈیا گروپ نے ابھی تک میں نہ مانوں والی پالیسی اپنائی ہوئی ہے،شاید ان کو کسی بڑے کا آشیر باد ہے۔حساس اداروں کے بعد سیاسی رہنماؤں نے بھی جنگ اور جیو پر عدم اعتماد کا کھل کر اظہار کرنا شروع کر دیا ہے۔ایک دوسرا نجی چینل باقی عوامی ایشو بھول کر سب سے زیادہ کوریج ہی جنگ،جیو کی مخالفت میں دے رہا ہے۔یہ سلسہ آخر کہاں پر رکے گا؟اس کا فائدہ کس کو ہو رہا ہے؟مگر دو بڑوں کی لڑائی میں نقصان ہمیشہ چھوٹے اور غریب طبقے کا ہی ہوتا ہے۔

برطانیہ جسے جمہوریت کی ماں کہا جاتا ہے جہاں آزادی رائے اور اظہار کی پر کوئی پابندی نہیں۔وہاں پر جب نیوز آف دی ورلڈ پر پابندی لگائی گئی تو اس وقت اس نے مسلسل اشاعت کے تقریباً 168 برس مکمل کر لیے تھے۔اس اخبار کا مالک بھی کوئی عام شخص نہیں تھا بلکہ دنیا میں نیوز ایجنسی کا گاڈ فادر تھا۔اس اخبار کی مقبولیت کا اندازہ اس کی سرکولیشن سے لگایا جاسکتا ہے جو 3 ملین تھی۔مگر ایک اخبار بند ہونے سے جمہوریت کا کچھ نہیں بگڑا،آزادی صحافت اپنی جگہ برقرار ہے،البتہ چند ہزار لوگ بے روزگار ضرور ہوئے۔یہ وڈوں کی جنگ میں اکثر ہوتا ہے۔امریکی ایڈورڈ سنوڈن نے اپنے حساس اداروں کے کچھ خفیہ پروگراموں کا انکشاف کرنا چاہا جس کی حامی کسی امریکی میڈیا نے نہیں بھری۔وہ برطانیہ کی اخبار Guardian کے معروف کالم نگار اور مصنف گلین گرین والڈ جن کا تعلق بھی امریکہ سے ہے،کے ذریعے برطانیہ میں یہ سٹوری شائع کروالیتا ہے۔جس کے بعد ایڈورڈ سنوڈن کو شدید تنقید کے ساتھ ساتھ سنگین الزامات کا سامنا بھی ہے۔اب وہ روس میں سیاسی پناہ لیے ہوئے ہے۔حالانکہ اس نے جو انکشافات کیے وہ تمام حقائق پر مبنی تھے مگر برطانیہ اور امریکہ نے اسے قومی مفادات کے منافی قرار دیا۔امریکہ اور برطانیہ میں جمہوریت بھی ہے،آزاد صحافت بھی،اور آزادی رائے پر بھی کوئی پابندی نہیں اس کے باوجود سنوڈن کے سچ کو ملکی سلامتی کے لیے خطرہ تصور کیا گیا۔برطانیہ کی ایک معروف اخبار دی سن (The Sun) نے بھی فٹبال میچ کے دوران بھگدڑ مچ جانے کی وجہ سے 96 افراد کی ہلاکت کو غلط انداز میں رپورٹ کیا جس پر انہوں نے فرنٹ پیج پر عوام سے معافی مانگی تھی۔ معافی مانگنے سے ادارہ چھوٹا نہیں ہوا اور نہ ہی جمہوریت کمزور ہوئی۔

اداروں کو چلانے والے انسان ہی ہوتے ہیں اور انسان سے ہی غلطیاں ہوتی ہیں۔اپنی غلطی مان کر معافی مانگنے سے ادارے مضبوط ہوتے ہیں،ادارے مضبوط ہوں تو ریاست مضبوط ہوتی ہے۔کسی شخص یا ادارے کا کوئی ابھی ایسا فعل جس سے ملک دشمن عناصر کو فائدہ ہو وہ ملکی سلامتی اور قومی مفادات کے خلاف تصور ہوتا ہے۔جنگ،جیو سے بھی ایسا کام ہوا ہے جس سے ان کو فائدہ ہوا ہے یا نہیں مگر

ملک دشمن عناصر نے اسے خوب استعمال کیا ہے۔اگر پہلے دن ہی حکومت کی طرف سے شٹ اپ کال دی گئی ہوتی تو نوبت یہاں تک نہ آتی۔اب بھی معاملے کو مزید طول دینے کی بجائے معافی مانگ کر ختم کردینا ہی بہتر ہے۔ویسے معافی تو بہت سے لوگوں کو مانگنی چاہیے، سابقہ چیف جسٹس کو بھی جن کے خلاف انتخابات میں دھاندلی کروانے کاالزام ہے،اس کے علاوہ ان پر الزامات کی ایک لمبی فہرست فیصل رضا علی عابدی نے متعدد بار پیش کی جس کی انہوں نے کبھی تردید نہیں کی ان کاموں کی معافی بھی مانگیں، چڑی والے سائیں کو بھی معافی مانگ لینی چاہیے انہوں نے بھی انتخابات میں تاریخی کردار ادا کیا تھا۔جمہوری آمروں کو بھی معافی مانگ کر سیاست سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلینی چاہیے۔حساس اداروں کو شب خون مارنے پر معافی مانگنی چاہیے۔ان تمام معافیوں کے بعد عوام کو بھی کانوں کو ہاتھ لگا کر توبہ کرنی چاہیے کہ آئندہ ایسے غلط لوگوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ نماز،سحری،افطاری،زندگی اور موت کا وقت تو مقرر رہوتا ہے مگر معافی مانگنے اور توبہ کرنے کا کوئی وقت نہیں ہوتا،یہ جب ضمیر اجازت دے کیا جاسکتا ہے۔ویسے جمہوریت کو مضبوط کرنے کے سبھی دعویدار ہیں،معافی مانگنے سے جمہوریت کمزور تو نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ایک جمہوری عمل ہے اور شاید اس ملک میں عمران خان کے علاوہ کسی کو معافی مانگنے کی عادت نہیں اور شاید وہی اکیلا اس ملک میں جمہوریت کیلئے معافیاں مانگتا پھرتا ہے۔وہ تو اس حد تک بڑا آدمی ہے کہ گزشتہ انتخابات میں ٹکٹوں کی غلط تقسیم پر اُس نے قوم اور اپنے ورکروں سے بھی معافی مانگ لی تھی۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

02-05-2014.